اور سیاست دانوں نے اپنے گندے سیاسی کردار سے ملک اور قوم کی توہین کی ہے، سیاسی و اخلاقی قدریں پامال کر کے رکھ دی ہیں، ایک طرف اقتدار کی رسہ کشی جاری ہے تو دوسری طرف بدعنوانی، رشوت مہنگائی، عریانی اور فحاشی عروج پر ہیں، انہوں نے کہا کہ ان تمام مسائل کا حل صرف اور صرف اسلام کی حکمرانی میں مضمر ہے، علماء اور تمام دینی جماعتیں متحد ہو کر نفاذِ اسلام کی جدوجہد کریں جس سے یقینی طور پر قوم کی تربیت ہوگی اور نئی قیادت اُبھر کر سامنے آئے گی، اس تقریب سے احرار رہنما اور صحافی بدر منیر احرار، حکیم جان محمدؐ، محمد عمر، عبدالمجید، محمد ناصر، فضل محمود تارڑ اور محمد اقبال نے بھی خطاب کیا

بقیہ از صـ ٦٢ :

سیدہ فاطمہ کی لاش کا نکلوانا، پھر ہوٹل کا اپنے مکینوں سمیت بلڈوز کر دیا جانا، یہ سب کچھ ہوگیا اور عالمی پریس کو کانوں کان خبر نہ ہوئی —— اور سعودی حکومت کیلئے کہا جاسکے گا کہ وہ حالات سے اتنی بے خبر ہے کہ اسکی ناک کے نیچے سب کچھ ہوتا رہا لیکن اُسے کچھ پتہ نہ چل سکا —— ۸۵ء کا واقعہ لندن کے عربی ہفت روزہ یا ۸۵ء میں چھپا —— کیوں؟ —— مصلحت ہوگی لیکن عالمی پریس ہماری مصلحتوں کو نہیں جانتا اور اب "بھٹو شہید" کے مقابلہ میں "ضیاء شہید" کی برتری کے لئے ۸۹ء میں پاکستان میں یہ سب کچھ چھپا ہم بھٹو اور ضیاء دونوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ پہ چھوڑتے ہیں —— لیکن آپ سے ضرور اتنی گذارش کرتے ہیں کہ ۱۱ سال تک بلا شرکت غیرے اس ملک کے سیاہ و سفید کا حاکم رہنے والے کیلئے فرضی کہانیاں نہ بنائیں —— اس مرحوم کے دور میں جن علماء اور صحافیوں نے خوب ہاتھ رنگے اُن کی مجبوری سمجھ آتی ہے —— آپ جیسے بے غرض اور اُجلے دامن والے لوگ اس مہم میں کیوں شریک ہو رہے ہیں —— گستاخی کی معذرت چاہوں گا اور توقع رکھوں گا کہ جواب آں غزل کے طور پہ اس "ذاتی قسم" کے عریضہ کو نقیب کے ذریعہ قوم کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ شکریہ

والسلام۔ آپ کا علوی۔ لاہور

مکتوب
بنام مدیر
مولانا سعید الرحمٰن علوی

"ردِّ عمل"

برادرِ عزیز! السلام و رحمۃ۔ نقیب کا تازہ شمارہ مل گیا، اس کے صفحہ ۱۶-۱۷ پر "ثالث" نامی ہفت روزہ کے حوالہ سے حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی سیدہ فاطمہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہٗ سے متعلق جو کہانی ہے —— یہ خط اسی کا ردِ عمل ہے۔ موجودہ حکومت نے برسرِ اقتدار آتے ہی اخبارات و رسائل کی آزادی کا ڈھنڈورہ پیٹا۔ اسی ضمن میں ڈیکلریشن بھی بکثرت لوگوں نے لئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ برساتی مینڈکوں کی طرح اس وقت مارکیٹ میں رسائل کی بھرمار ہے اور رسائل و جرائد چلانے والوں کی خوش قسمتی ہے کہ مرکز و صوبہ کی حکومتوں کی لڑائی اشتہارات وغیرہ کے حوالہ سے ان کی لئے بہت مفید ثابت ہو رہی ہے —— آج کے دور میں یقیناً بعض باضمیر دیانتدار صحافی اور اہلِ قلم موجود ہیں لیکن اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کا ذکر کرنا ہی طبیعت پر بار ثابت ہوتا ہے

آج کل کی بات نہیں مسلمان قوم ایک عرصہ سے قبروں کی پجاری چلی آرہی ہے جس کے نتیجے میں عقیدۂ توحید بُری طرح مجروح ہوا —— لیکن اس دور میں اس عقیدہ کی جو درگت بنی اور بن رہی ہے اور جس طرح بڑوں کا نیلام عام ہو رہا ہے وہ ایک المیہ سے کم نہیں۔ جناب اقبال و جناح کا معاملہ ہی کیا کم تھا کہ اب بھٹو اور ضیاء کی وجہ سے بات ۲ کی نہیں ۴ کی بن گئی ہے —— مرحوم ضیاء الحق نمازی تھے۔ تہجد گزار تھے، خانقاہی خانوادوں سے اُن کے مراسم تھے اور ایسی بہت سی باتیں آج زبان زدِ عوام ہیں۔ ہمیں اِن کا انکار نہیں، نہ انکار کی ضرورت —— لیکن چونکہ ہمارا معاشرہ ایک عرصہ سے اسلام کی اجتماعی روح سے محروم ہے اس لئے بعض افراد کی ذاتی خوبیاں ہی بڑا سرمایہ بن جاتی ہیں، جبکہ آپ خوب جانتے ہیں کہ اصل سوال اجتماعی کردار و عمل کا ہے اور بس، ذاتی خوبیوں کے حوالے سے تحریکِ ختمِ نبوت ۵۳ء کے قاتل اور سکہ بند مسلم لیگی رہنما خواجہ ناظم الدین بھی کم نہ تھے وہ حافظِ قرآن تھے۔ رمضان میں بڑے اہتمام سے قرآن مجید تراویح میں سناتے، نماز و تہجد کے پابند تھے، حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے ایک بزرگ خلیفہ سے بیعت و نسبتِ روحانی بھی انہیں حاصل تھی۔ لیکن اجتماعی طور پر جو جرم انہوں نے کیا اسے کون معاف کر سکتا ہے —— ؟